72793 ـ موت سے قبل اولاد میں مال تقسیم کرنا اور بعض کو نہ دینا

سوال

میرے والد نے اپنی ملکیت میں جو کچھ تھا وہ تقسیم کر دیا اور جس گھر میں ہماری پرورش ہوئی تھی وہ تین بھائیوں کی ملکیت میں دے دیا، لیکن اپنی اولاد میں سے کچھ کو نہ دیا یعنی دو بہنوں، اور مجھے اور میرے ایک بھائی کو کچھ نہیں دیا.
اللہ تعالی میرے بھائیوں کے مال میں اور برکت کرے ان کی مالی حالت بہت اچھی ہے، میں اور میرا بھائی ہم اپنے ملک سے باہر ملازمت کرتے ہیں، اور میری بہنیں شادی شدہ ہیں، جب یہ تقسیم ہوئی تو ہم ملک سے باہر ہی تھے، اب تک ہم نے اپنے والد کو ناراض نہیں کیا اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ ہمارے لیے دعا کرتے ہیں، اور ہم سے یقینی درگزر کرتے ہیں، کیا میرے والد کے لیے جائز ہے کہ وہ اولاد میں اس طرح کسی ایک کو دے اور دوسرے کو محروم رکھے ؟
آپ ہمیں کیا نصیحت کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے والد کو اس سلسلے میں کیا کہنا اور کس طرح بات کرنی چاہیے، کیونکہ ہم نے سنا ہے کہ یہ عمل شریعت اسلامیہ کے منافی ہے ؟

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

آپ کے والد کا یہ عمل کہ اولاد میں سے بعض کو دینا اور کچھ کو نہیں دیا، یہ ان کا اپنی زندگی میں اپنے ورثاء کے درمیان مال تقسیم کرنا نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے اپنے سب ورثاء کو نہیں دیا، بلکہ اس میں سے کچھ اولاد کو مخصوص کر لیا ہے.

اور بغیر کسی سبب کے اولاد میں سے کسی ایک بیٹے یا بیٹی کو عطیہ دینے کی تخصیص کرنا حرام ہے.

اس طرح کے مسئلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گواہی دینا بھی مناسب نہیں سمجھا بلکہ گواہی دینے سے رک گئے، اور اسے ظلم و جور قرار دیا.

صحیح بخاری اور مسلم میں نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہما سے حدیث مروی ہے کہ:

نعمان رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئے اور

عرض کیا:

" میں نے اپنے اس بیٹے کو غلام بطور عطیہ دیا ہے، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" کیا تو نے اپنے سب بیٹوں کو اس طرح ہی غلام عطیہ کیا ہے ؟

تو میرے والد نے عرض کیا: نہیں.

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے:

" اس سے واپس لے لو "

اور نحلت ابنی غلاما کا معنی یہ ہے کہ میں نے اسے غلام عطیہ کیا ہے.

صحیح بخاری حدیث نمبر (2586) صحیح مسلم حدیث نمبر (1623).

اور بخاری شریف کی ایك اور روایت میں ہے کہ:

عامر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہ کو منبر پر بیان کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے:

میرے والد نے مجھے کوئی عطیہ دیا تو عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ تعالی عنہا (ان کی والدہ) کہنے لگیں: میں اس وقت تك راضی نہیں جب تك اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہ بناؤ، تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا:

" میں نے عمرة بنت رواحة کے بطن سے پیدا ہونے والے اپنے بیٹے کو عطیہ دیا ہے، تو وہ مجھے کہنے لگی کہ میں آپ کو اس پر گواہ بناؤں، اے اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو گواہ بناتا ہوں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیا تو نے اپنے سب بچوں کو اسی طرح عطیہ دیا ہے ؟

تو وہ کہنے لگے: نہیں، چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" تم اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرتے ہوئے اللہ سے ڈر، اور اپنی اولاد کے درمیان عدل و انصاف کرو "

وہ کہتے ہیں: تو ان کا عطیہ بھی انہوں نے واپس لے لیا "

صحیح بخاری حدیث نمبر (2587).

اور بخاری شریف کی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

" مجھے ظلم پر گواہ مت بناؤ "

صحیح بخاری حدیث نمبر (2650).

اور مسلم کی روایت میں نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہما کہتے ہیں کہ:

" مجھے اٹھا کر میرے والد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور کہنے لگے:

اے اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ گواہ رہیں میں نے نعمان کو اپنے مال میں سے اتنا اتنا دیا، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے:

" کیا تم نے اپنے سارے بیٹوں کو نعمان کی طرح عطیہ دیا ہے ؟ "

تو وہ کہنے لگے: نہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بناؤ "

پھر فرمانے لگے: " کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ وہ تیرے ساتھ حسن سلوک کرنے میں سب برابر ہوں ؟ "

تو وہ کہنے لگے: کیوں نہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تو پھر نہیں "

صحیح مسلم حدیث نمبر (1623).

دوم:

جس شخص سے بھی اس طرح کا ظلم ہوا ہے وہ اللہ تعالی کے سامنے اس سے توبہ کرے، اور اس عطیہ کو واپس لے، یا پھر اپنی ساری اولاد کو اسی طرح عطیہ کرے، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اسے واپس لے لو "

ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" انسان کے لیے عطیہ دینے میں اپنی اولاد کے درمیان عدل کرنا چاہیے وہ کسی کو اس طرح خاص نہ کرے جس سے ایک کو زیادہ اور ایک کو کم دے، اور اگر کسی ایک کو عطیہ دینے میں خاص کرے، یا کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دے تو وہ گنہگار ہوگا، اور ان دونوں معاملوں میں اسے برابری کرنا واجب ہے؛ اس پر واجب ہے یا تو وہ زیادہ چیز واپس لے یا پھر جسے کم دیا ہے اسے بھی اور دے کر پورا کردے.

طاوس رحمہ اللہ کہتے ہیں: ایسا کرنا جائز نہیں، حتی کہ جلی ہوئی روٹی بھی زیادہ دینی جائز نہیں.

ابن مبارک رحمہ اللہ کا بھی یہی کہنا ہے، اور اسی معنی کی کلام مجاہد اور عروہ رحمہما اللہ سے بھی مروی ہے " انتہی

دیکھیں: المغنی ابن قدامہ (5 / 387).

اور اگر وہ راضی ہو جائے جسے عطیہ نہیں دیا گیا، اور وہ اس پر دل سے رضامندی کا اظہار کریں تو پھر والد کے لیے اولاد میں سے کسی ایک کو عطیہ دینے میں خاص کرنے میں کوئی حرج، کیونکہ ان کے بھائیوں کا حق تھا جسے وہ ساقط کرنے پر خود راضی ہو گئے ہیں، لیکن پھر بھی افضل اور بہتر یہی ہے کہ چاہے وہ اس پر راضی بھی ہوں پھر بھی ایسا نہ کرے.

شیخ ابن باز رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں:

" والد کے لیے اپنی اولاد چاہے وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں ان میں وراثت کے حساب سے عدل وانصاف کرنا واجب اور ضروری ہے، اور اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی ایک کو کوئی چیز دینے کے لیے خاص کرے، اور دوسروں کو نہ دے، لیکن جنہیں محروم رکھا جا رہا ہے ان کی رضامندی سے ایسا کیا جا سکتا ہے، اور اس میں بھی شرط یہ ہے کہ جب وہ عقل و رشد رکھتے ہوں، اور ان کی رضامندی اپنے والد کے ڈر سے نہ ہو، بلکہ وہ خود اپنے دل سے رضامندی کا اظہار کریں، اس میں کسی بھی قسم کی کوئی دھمکی اور والد کا خوف شامل نہیں ہونا چاہیے.

اور اولاد میں سے ہر حال کسی ایک کو زیادہ نہ دینا اور فضیلت نہ دینی بہتر ہے، اور ان کے دلوں کے لیے بھی خوش کن ہے، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرتے ہوئے اس سے ڈر اور اپنی اولاد کے مابین عدل و انصاف سے کام لو "

متفق علیہ . انتہی

دیکھیں: فتاوی الشیخ ابن باز (20 / 51).

سوم:

سوال نمبر (36872) كے جواب ميں بيان كيا جا چكا ہے كہ:

(اگر كوئى سبب اس كا متقاضى ہو تو اولاد كو عطيہ دينے ميں كسى ايك كو زيادہ دينے ميں كوئى حرج نہيں، مثلا اس كے فقر كى ضرورت كے پيش نظر، يا وہ طالب وغيرہ ہو، اس ليے اگر تو والد كے پاس اس عطيہ كى تخصيص كا كوئى شرعى سبب ہو تو اس ميں كوئى حرج نہيں، ليكن اگر يہ بغير كسى شرعى سبب كے ہوا ہے، اور آپ اس پر راضى بھى نہيں تو پھر اس پر واجب اور ضرورى ہے كہ وہ اس عطيہ كو واپس لے كر ان كے مابين عدل و انصاف كرے.

چہارم:

اگر آپ لوگ اس پر راضى نہيں تو پھر آپ كو چاہيے كہ اپنے والد كو بڑے نرم اور ميٹھے انداز ميں نصيحت كريں، اور اس كے ليے يہ بيان كريں كہ اس پر تمہارے مابين عدل و انصاف كرنا واجب اور ضرورى ہے، اور ہو سكتا ہے آپ كو اس كے ليے شرعى دلائل كى بھى ضرورت پڑے.

اس كے متعلق شرعى دلائل سوال نمبر (67652) كے جواب ميں بيان كيے جا چكے ہيں، اس كا مطالعہ كر ليں.

واللہ اعلم .